علم تفسیر واصول تفسیر کی تدوین

*ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ

It is agreed reality that disciplines of knowledge always travel through different phases to acquire their final and complete form. The Quranic sciences of tafsir and principles of tafsir were originated in the epoch of holy prophet (s.a.w.) but compilation of both were started later. This article deals with chronological evolution of said two Quranic sciences.

علم تفسیر زبانی روایات کی صورت میں منتقل ہوتا رہا۔ صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی روایت کرتے خصوصا اصاغر صحابہ کرامؓ، اکابر صحابہ کرامؓ سے روایات کا ذخیرہ حفظ کرنے کی کوشش کرتے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین بھی حفظ روایت پر ہی زیادہ اعتماد کرتے اور تفسیری روایات حضرات صحابہ کرامؓ سے نقل کرتے اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی نقل فرماتے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور دوسری صدی ہجری کا آغاز ہو رہا تھا کہ تدوین تفسیر کی باقاعدہ مساعی شروع ہوئیں۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"ثم بعد هذه الطبقة الفت تفاسير تجمع اقوال الصحابه والتابعين كتفسير سفيان بن عيينة واسحاق بن رهويه و روح بن عبادة و عبد بن حميد و سعيد و ابی بكر بن ابی شيبة و آخرين."(۱)

"اس طبقہ کے بعد تفاسیر کو جمع کرنے کے کام کا آغاز ہوا۔ ان تفاسیر میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے تفسیری اقوال جمع کیے گئے۔ جیسا کہ سفیان بن عینیہ، وکیع بن الجراح، شعبہ بن الحجاج، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابی ایاس اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ عبد بن حمید، سعید، ابوبکر ابن ابی شیبہ، اور دوسرے محدثین نے یہ کام سرانجام دیا۔"

یہ تمام علماء جن کا ذکر علامہ سیوطیؒ نے کیا ہے ائمہ حدیث ہیں اور اتباع تابعین یعنی تابعین کے تلامذہ کا طبقہ ہے اس مرحلہ میں نہ تو تمام سورتوں کی اور ہر ہر سورت کی تمام آیات کی تفسیر تحریر کی گئی نہ ہی مستقل کتب

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور۔

تفسیر مدون کی گئیں بلکہ مختلف بلاد و امصار میں اور مختلف افراد کے پاس جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تفسیری روایت اور صحابہ کرامؓ وتابعین کے تفسیری اقوال منتشر اور بکھری ہوئی صورت میں موجود تھے ان کو یکجا کر کے احادیث کے مجموعوں میں تفسیر کے الگ باب کی صورت میں مرتب کیا گیا۔

تدوین تفسیر کے دوسرے مرحلے میں تفسیر کو احادیث کے مجموعوں سے ایک تو الگ مرتب کیا گیا اور دوسرا تمام قرآن کی تفسیر مصحف کی ترتیب کے مطابق کی گئی اور مستقل کتب تفسیر مرتب کی گئیں اگرچہ یہ کتب تفسیر زیادہ تر روایات وآثار ہی پر مشتمل تھیں سوائے ابن جریر طبری کی تفسیر کے کہ جن سے روایات وآثار کے علاوہ مختلف تفسیری اقوال کی توجیہ اور ان میں توضیح اور مرجوح کی وضاحت اور اعراب پر بحث اور استنباط احکام سے متعلق ابحاث ملتی ہیں۔

ڈاکٹر ذہبیؒ التفسیر والمفسرون میں رقمطراز ہیں:

"ثم بعد هذه الخطوة الثانية، خطا التفسير خطوة ثالثة، انفصل بها عن الحديث، فاصبح علما قائما بنفسه، و وضع التفسير لكل آية من القرآن، ورتب ذلك على حسب ترتيب المصحف، وتم ذلك على أيدى طائفة من العلماء منهم ابن ماجة المتوفى سنة ۲۷۳ھ، و ابن جرير الطبرى المتوفى سنة ۳۱۰ھ، وابو بكر بن المنذر النيسا بورى المتوفى ۳۱۸ھ، ابن ابى حاتم المتوفى سنة ۳۲۷ھ، وابو الشيخ بن حبان المتوفى ۳۶۹ھ، والحاكم المتوفى سنة ۴۰۵ھ و ابو بكر بن مردويه المتوفى ۴۱۰ھ وغيرهم من آئمة هذا الشان.

وكل هذه التفاسير مروية بالاسناد الى رسول اللهﷺ، والى الصحابة، والتابعين، وتابع التابعين، وليس فيها شى من التفسير اكثر من التفسير الماثور، الا ابن جرير الطبرى فانه ذكر الاقوال ثم وجهها، و رجح بعضها على بعض، وزاد على ذلك الاعراب ان دعت اليه حاجة، واستنبط الاحكام التى يمكن ان توخذ من الآيات القرآنية." (۲)

"علم تفسیر اپنے دوسرے مرحلے کے بعد تیسرے مرحلے میں داخل ہو گیا۔ اس مرحلہ میں علم حدیث سے علیحدہ ہو کر مستقل حیثیت سے ایک علم قرار پایا۔ چنانچہ قرآن کریم کی ہر آیت کی تفسیر بیان کی گئی اور آیات کی تفسیری ترتیب مصحف کے مطابق رکھی گئی۔ یہ کام علماء کے ایک طبقہ

کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا جن میں ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) ابو بکر ابن المنذر النیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ)، ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷) ابو شیخ بن حبان (متوفی ۳۶۹ھ) حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) ابو بکر بن مردویہ (متوفی ۴۱۰ھ) وغیرہم جیسے عظیم الشان اہل علم شامل ہیں۔

یہ تمام تفسیری روایات اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعین سے منقول ہیں۔ ان میں تفسیر کے عنوان سے جو کچھ بھی منقول ہیں وہ اکثر حصہ تفسیر ماثور کی قبیل سے ہے۔ سوائے ابن جریر الطبری کی تفسیر کے کہ انہوں نے اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہ بھی کی ہے۔ اور بعض کو بعض پر ترجیح بھی دی ہے۔ اور اس کے علاوہ جہاں جہاں حاجت ہوئی اعراب قرآنی کی توضیح بھی کی اور آیات قرآنیہ سے احکام کا اخذ واستنباط بھی کیا ہے۔''

ڈاکٹر ذہبیؒ عہد صحابہ کرامؓ وتابعین کو تفسیر کا پہلا مرحلہ اور تدوین کے پہلے دور کو تفسیر کا دوسرا مرحلہ اور تدوین کے دوسرے دور کو جب مستقل کتب تفسیر مرتب کی گئیں تفسیر کا تیسرا مرحلہ قرار دیتے ہیں۔

اصول تفسیر کی تدوین:

یہ حقیقت ہم سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے سب سے پہلے شارح اور مفسر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی بیان کردہ تفسیر وتشریح من جانب اللہ ہوتی تھی اس لیے کہ آپ کے قول وفعل اور تقریر کو الٰہی تائید حاصل تھی۔ خواہ وحی ظاہری کی صورت میں ہو خواہ وحی خفی کی صورت میں۔ اس لیے اس سے انحراف زیغ اور گمراہی ہے اور صحابہ کرامؓ وہ مقدس طبقہ ہے جس نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی ومفاہیم کی تعلیم براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔ اور جن کے نفوس کا تزکیہ خود مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے نبوی تشریح وتفسیر جس کا اصطلاحی نام سنت وحدیث ہے کے بعد اسی طبقہ کے بیان کردہ، قرآن کے مطالب ومفاہیم، تفسیر کے باب میں حجت ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے براہ راست تلمذ کا شرف جس طبقہ کو حاصل ہوا وہ تابعین کرام ہیں جنہوں نے قرآن کے مطالب ومفاہیم اور اس کی تفسیر وتبیین صحابہ کرامؓ کی صحبت میں رہ کر حاصل کی لہذا تابعین کی بیان کردہ قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کو بھی اس بنا پر اہم مقام حاصل ہے اگر چہ صحابہ کرامؓ وتابعین کے پیش نظر قرآن سے اخذ واستنباط اور اس کی تفسیر وتشریح کے دوران ایسے قواعد واصول ہوتے تھے جو انہوں نے نبوی منہج تفسیر کے مطالعے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے گہرے مشاہدے اور قرآن کریم میں عمیق تدبر وتفسیر کے بعد اپنے فطری سلیقہ اور خداداد ملکہ سے اخذ کیے تھے لیکن انہوں نے نہ

ان کو اصطلاحی زبان میں قواعد واصول کی حیثیت سے بیان کیا اور نہ ہی ان کو مرتب ومدون فرمایا۔

عہد صحابہ کرامؓ وتابعین میں اصول تفسیر کی عدم تدوین کی وجوہ:

اس کی سب سے پہلی وجہ تو یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا براہ راست تلمذ حاصل تھا۔ قرآن کریم کے نزول کے وہ عینی دشہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال ان کے سامنے تھے اس لیے قرآن کریم سمجھنے میں ان کو کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی اور اگر کبھی کوئی اشکال ان کو پیش آجاتا تو فوراً براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس اشکال کا ازالہ فرمادیتے اس طرح تابعین عظام کو صحابہ کرامؓ کی صحبت ومعیت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کی تربیت اور نشو ونما خالص عربی ماحول میں ہوئی تھی۔ فصاحت وبلاغت کے وہ قدرتی ماہر تھے قرآن کریم انہی کی زبان میں نازل ہوا۔ نزول قرآن کے وقت کی عربی زبان میں ان کی قادر الکلامی مسلمہ تھی۔ وہ نزول قرآن کے وقت کے اہل عرب کی عادات ورسومات اور ان کے قومی خصائل وامتیازات اور مذہبی رواج واعتقادات سے بھی بخوبی آگاہ تھے لہٰذا وہ قرآن کی زبان اور اسلوب، محاورات وضرب الامثال اور قصص وواقعات میں پنہاں اشارات وتلمیحات اور قرآنی احکام کا محل ومصداق جاننے کے لیے اپنے فطری ملکہ اور خداداد ذہانت کے سوا کسی اصطلاحی قاعدہ اور قانون کے محتاج نہیں تھے۔

تیسری اہم وجہ یہ تھی کہ چونکہ ان حضرات کی نشو ونما اور تربیت خالص عربی ماحول میں ہوئی تھی جو نزول قرآن کا ماحول تھا اور پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتلمذ کا شرف حاصل تھا اس لیے وہ شریعت کے مقاصد اور ان کی حقیقی روح کو بعد کے ہر طبقہ سے زیادہ جاننے والے تھے اور ان پر ان کی نظر رہتی تھی اور ان کی طبائع اس روح کو جذب کیے ہوئے تھیں جس کی بنا پر ان کی تفسیر وتشریح اور اخذ واستنباط روح شریعت کے اہم آہنگ ہوتا تھا۔

چوتھی وجہ عہد صحابہ وتابعین میں اصول تفسیر کے مرتب ومدون نہ ہونے کی یہ تھی کہ تمدن کی وسعت کی وجہ سے مسائل کی پیچیدگی کی صورت ابھی اس طرح نمودار نہیں ہوئی تھی جو بعد کے ادوار میں ہوئی۔ لہٰذا تفسیر کے باب میں بھی اشکالات نے زیادہ پیچیدہ صورت ابھی اختیار نہیں کی تھی اور نہ اخذ واستنباط کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی جو بعد کے ادوار کا خاصہ ہے۔

اصول تفسیر کے مرتب ومدون نہ ہونے کی پانچویں وجہ یہ تھی کہ ابھی تصنیف وتالیف کا کام بھی بالکل ابتدائی سطح پر تھا کتب کی تصنیف وتالیف کے کاروبار نے ابھی اس طرح وسعت اختیار نہیں کی تھی جو بعد میں

ہمیں نظر آتی ہے۔ زیادہ تر انحصار زبانی روایت پر کیا جاتا تھا اور کتابت کے بجائے حافظہ پر زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بے پناہ حافظہ کی صلاحیت سے سرفراز فرمایا تھا یہاں تک کہ اس دور کے اہل عرب قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے۔

علامہ ابن خلدون ''اصول فقہ'' کی تدوین سے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واعلم ان هذا الفن من الفنون المستحدثة فی الملة و كان السلف فی غنية عنه، بما ان استفادة المعانی من الالفاظ لا يحتاج فيها الی ازيد مما عندهم من الملكة اللسانية. واما القوانين التی يحتاج اليها فی استفادة الاحكام خصوصا، فعنهم اخذ معظمها." (۳)

''جان لیجیے کہ یہ فن، امت کے اندر تشکیل پذیر ہونے والے نئے فنون میں سے ایک فن ہے۔ سلف صالحین اس سے مستغنی تھے کیونکہ الفاظ کے معانی کی طلب و جستجو ان کی زبان دانی کے ملکہ میں کسی اضافہ و تقویت کا باعث نہیں بن سکتی تھی اور جہاں تک ان قوانین کا تعلق ہے جن کی احتیاج بالخصوص الفاظ سے استنباط احکام میں ہوتی ہے تو ان کا اکثر حصہ ماخوذ ہی سلف صالحین کے آثار و اقوال سے ہے۔''

استاد عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان، الفکر الاصولی میں امام الحرمین علامہ جوینی سے نقل فرماتے ہیں:

"والصحابة ما اعتنوا بتبويب الابواب، ورسم الفصول والمسائل، نعم كانوا مستعدين للبحث عند مسيس الحاجة اليه، متمكنين، وما اضطروا الی تمهيد القواعد، ورسم الفروع والامثلة، لان الامور فی زمانهم لم تضطرب كل هذا الاضطراب."(۴)

''صحابہ کرامؓ نے ابواب و فصول اور مسائل کو مرتب کرنے کی جانب توجہ نہیں فرمائی۔ وہ ضرورت کے وقت بحث و تفحص میں بہت مستعد و متمکن ہوتے تھے لیکن انہیں قواعد کی تمہید و تفتیش اور اس کے مطابق فروعات و امثلہ کی تشریح کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں امور کے اندر اس طرح اضطراب پیدا نہ ہوا تھا۔''

اصول تفسیر کی تدوین کے اسباب:

اسلامی فتوحات کے دائرہ کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ بکثرت لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے

یہاں تک کہ عہد صحابہ کرامؓ وتابعین کے بعد نومسلم عجمیوں کی کثرت ہوگئی تھی۔ عربی زبان نہ جاننے والی قومیں اسلام میں بہت زیادہ داخل ہونے لگیں۔ عربوں کا ان غیر عربوں سے میل ملاپ زبانی کے فطری ملکہ کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا عربوں کی ان میں تغیر کے آثار ظاہر ہونے لگے اور ان کا فطری ملکہ خلل پذیر ہونے لگا۔ ایسے حالات میں اہل علم نے زبان کی حفاظت کے لیے اور قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ استقراء وتتبع کے بعد زبان عربی کے قواعد واصول مدون ومرتب کیے تاکہ ملکہ فطری کے خلل پذیر ہونے کی وجہ سے خود اہل عرب اور زبان عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر عرب عربی زبان کا علم حاصل کر سکیں۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

"فلما جاء الاسلام و فارقوا الحجاز لطلب الملك، الذی کان فی ایدی الامم ولدول، وخالطوا العجم، تغیرت تلك الملکه بما القی الیها السمع من المخالفات التی للمتعربین من العجم. والسمع ابو الملکات اللسانیه، ففسدت بما القی الیها مما یغایرها، لجنوحها الیه باعتیاد السمع، وخشی اهل العلوم منهم ان تفسد تلك الملکه رأسا ویطول العهد بها، فینغلق القرآن والحدیث علی المفهوم، فاستنبطوا من مجاری کلامهم قوانین لتلك الملکة مطردة، شبه الکلیات والقواعد، یقیسون علیها سائر انواع الکلام ویلحقون الاشباه بالاشباة." (۵)

''جب اسلام آیا اور انہوں نے حجاز کو چھوڑا تاکہ وہ دیگر اقوام وملل کے ہاتھ سے زمام اقتدار اپنے قبضہ میں لیں تو انکا اختلاط عجمی اقوام سے ہوا۔ ان کا وہ ملکہ لسانی جو انہیں سماعِ اہل زبان سے حاصل تھا تغیر پذیر ہونے لگا جب ان کا آمنا سامنا عجمی نو آموز عربی دانوں سے ہوا۔ سمع کو ملکاتِ لسانیہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پس اس تغیر کے نتیجے میں ان کے سماعی ملکہ زبان میں فساد کے آثار ظاہر ہوئے۔ کیونکہ وہ اہل زبان سے سماع سے متمتع ہونے سے اب بہت دور تھے اہل علم کو خوف لاحق ہوا کہ اگر یہ ملکہ لسانی ابتداہی میں فساد کا شکار ہو گیا اور کچھ زمانہ بھی گزر گیا تو قرآن وحدیث سمجھنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ تو انہوں زبان کے اس ملکہ راسخہ کی روشنی میں کلام عرب کے عموم سے قوانین اخذ کئے، کلیات وقواعد تشکیل دیئے، تمام انواع کلام کو ان کے مطابق جانچا پرکھا اور اور اشباہ ونظائر کو ان سے ملحق کیا۔''

عربی زبان کے قواعد وقوانین کا علم جسے علم النحو کہتے ہیں اس کی ابتداء اگر چہ حضرت علیؓ ہی کے دور سے ہوگئی تھی اور آپ نے ابوالاسود الدولی (متوفی ۶۹ ھ) کو اس علم کے قواعد وضع کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

"واول من كتب فيها ابو الاسود الدولى من نبى كنانة، ويقال باشارة على رضى الله عنه لانه رأى تغير الملكة، فاشار عليه بحفظها، ففزع الى ضبطها بالقوانين الحاضرة المستقرأة."(۶)

''اس علم میں پہلی کتاب ابوالاسود الدولی جو بنی کنانہ سے تھے، نے تالیف فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کام سیدنا علیؓ کے حکم پر کیا گیا کیونکہ انہوں نے اس ملکہء لسانی میں ہونے والے تغیر کا مشاہدہ فرمایا لیا تھا تو انہوں نے اس کو محفوظ کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے موجود اور معمول بہ قوانین کو ضبط تحریر میں لانے کی تاکید فرمائی۔''

علامہ کتانی فرماتے ہیں:

"وفى ترجمة ابى الاسود من الاصابة عن امالى ابى على القالى اول من وضع العربية ونقط المصحف ابو الاسود وقد سئل ابو الاسود عمن نهج له الطريق فقال تلقيته من على و اخرج الاصبهانى فى الاغانى من طريق جعفر ابن ابى حرب ابن ابى الاسود الدولى عن ابيه قال قيل لابى الاسود الدولى من اين له هذا العلم يعنى النحو قال اخذت حدوده عن على و اخرج البيهقى فى شعب وابن عساكر وابن النجار عن صعصعة بن طوحان ان عليا قازل لابى الاسود ضع للناس شيئا يستدلون به على صلاح السنتهم فرسم له الرفع ولنسب والخفض." (۷)

''الاصابہ میں ابوالاسود الدولی کے حالات وسوانح میں ابوعلی القالی کے امالی کے حوالہ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس نے عربی کے قوانین کو وضع کیا اور قرآن پر نقاط کا اہتمام کیا وہ ابوالاسود الدولی ہیں۔ ابوالاسود الدولی سے پوچھا گیا کہ آپ کے لیے اس کام کا طریق کار کس نے متعین کیا تھا؟ تو کہنے لگے کہ میں سیدنا علیؓ سے اخذ کیا۔ اصفہانی نے الاغانی میں، جعفر بن ابی حرب کی روایت نقل کی ہے، وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالاسود الدولی سے پوچھا گیا

آپ نے یہ علم نحو کہاں سے سیکھا؟ کہا: میں نے اس کی حدود و قیود سیدنا علیؓ سے اخذ کیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر اور ابن النجار نے صعصعۃ بن طوحان سے نقل کیا کہ سیدنا علیؓ نے ابوالاسود الدولی کو کہا کہ لوگوں کے لیے کچھ ایسا (مجموعہ ضوابط) وضع کر دیا جائے جس کی بنیاد پر وہ اپنی زبان کی درستی پر استدلال کر سکیں۔ پس انہوں نے رفع، نصب اور جر کو تخلیق کیا۔

ابوالاسود سے ایک جماعت نے یہ علم حاصل کیا تا کہ آنکہ اس علم کو علم النحو کے امام خلیل بن احمد الفراہیدی (المتوفی ۱۸۵ھ) اور ان کے شاگرد عمرو بن عثمان سیبویہ (المتوفی ۱۸۰ یا ۱۹۴ھ) نے باقاعدہ مدون کیا اور ایسی کتب تصنیف کیں جو اس فن میں بے مثال ہیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے مرجوع اور مصدر ہیں۔

ابن خلدون ابوالاسود الدولی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ثم كتب فيها الناس من بعده الى ان انتهت الى الخليل بن احمد الفراهيدى ايام الرشيد، احوج ما كان الناس اليها، لذهاب تلك الملكة من العرب. فهذب الصناعة وكمل ابوابها، واخذها عنه سيبويه، فكمل تفاريعها واستكثر من ادلتها و شواهدها، ووضع فيها كتابه المشهور، الذى صار اماما لكل ما كتب فيها من بعده." (۸)

"پھر لوگوں نے اس فن میں ان کے بعد تحریر و تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ خلیل بن احمد الفراہیدی نے ہارون الرشید کے زمانہ میں اسے کمال تک پہنچا دیا۔ کیونکہ عربی زبان یا ملکہ لسانی کے رخصت ہو جانے کے بعد لوگ اس کے زیادہ حاجت مند ہو چکے تھے۔ تو انہوں نے اس فن کی تہذیب و تدوین کی اور اس کے ابواب تشنہ کی تکمیل کی۔ ان سے سیبویہ نے اخذ کیا۔ چنانچہ نے سیبویہ اس علم کی تعریفات کو مکمل کر دیا اور ادلہ و شواہد کی کثرت سے اسے مزید مضبوط کر دیا۔ اس علم میں اپنی مشہور کتاب تالیف فرمائی جو بعد میں آنے والوں کے لیے مرجع کی حیثیت اختیار کر گئی۔"

اس طرح زبان عربی کا فطری ملکہ خلل پذیر ہونے کی وجہ سے جہاں علماء نے زبان کے قوانین و قواعد مدون و مرتب کیے وہاں یہی وہ بنیادی اور اہم سبب تفسیر کے باقاعدہ مدون و مرتب کرنے کا محرک بنا۔

الشیخ عبدالحی الکتانیؒ، علامہ سبکیؒ کی تصنیف "کتاب الابھاج فی شرح المنہاج" سے علامہ سبکیؒ کی عبارت

کا خلاصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے عہد صحابہ کرامؓ میں اصول فقہ کی عدم تدوین وترتیب کی وجوہ بیان کی ہیں اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اصول فقہ کا بہت بڑا حصہ خصوصا لغوی قواعد اصول تفسیر ہی پر مشتمل ہے۔

چنانچہ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں:

"قلت الصحابة و من بعدهم كانوا عارفين بطباعهم كما كانوا عارفين بالنحو بطباعهم قبل مجی الخليل وسيبويه و كانت السنتهم قوية واذهانهم مستقيمة و فهمهم لظاهر كلام العرب ودقيقه عتيد لانهم اهله الذين يوخذ عنهم واما بعدهم فقد فسدت الالسن و تغيرت الفهوم واعلم ان كمال الاجتهاد متقوف على ثلاثة اشياء احدها التكيف بالعلوم التى تهذب الزهن كالعربية اصول الفقه وما تحتاج اليه العلوم العقلية فی صيانه الذهن عن الخطا بحيث تصير هذه العلوم ملكة للشخص واصول الفقه كان الصحابة اعلم منا بها من غير تعلم وغاية المتعلم منا ان يصل الى بعض فهفهم فقد يخطئی ويصيب الثانی الا حاطة بمعظم قواعد الشريعة حتى يعرف ان الدليل الذی ينظر فيه حق او موافق الثالث يكون له من الممارسة ولتتبع لمقاصد الشريعة يما يكسبه قوه يفهم منها مراد الشرع من ذلك و ما يناسب ان حكما له فی ذالك المحل و ان يصرح به باذا وسل الشخص الى حذه المرتبة وحصل على الاشياء الثلاثه فقد حاز رتبة الكاملين فی الاجتهاد و من المعلوم ان الصحابة كانوا اكمل الناس فی هذه الاشياء الثلاثة فقد اما الاول فبطباعهم و اما الثانی والثالث فلمشاهدتهم الوحی ومعرفتهم باحوال النبیﷺ فاين لمن بعدهم مداناتهم."(۹)

''میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین طبعاً اس علم کے شناسا تھا جیسا کہ وہ فطرتا خلیل اور سیبویہ سے قبل علم نحو کے جاننے والے تھے ان کا ملکہ لسانی قوی اور اذھان راست رَو تھے۔ کلام عرب کا فہم ان کے لیے ظاہر و باہر تھا اور دقائق زبان پر ان کی دسترس تھی کیونکہ وہ اہلِ زبان میں سے تھے اور وہ لوگ بھی اس سے بہرہ ور تھے بھی جنہوں نے ان سے زبان کا علم

حاصل کیا تھا۔ان کے بعد زبانوں میں فساد کے آثار ظاہر ہونے لگے اور افہام میں زوال آنے لگا۔جان لیجیے کہ کمال اجتہاد کا دارومدار تین اشیاء پر ہے اس میں سے پہلی شے ان علوم سے گہرا تعلق ہے۔حوذہن کر مرتب کر کے جلا بخشتے ہیں جیسے عربی واصول فقہ،خطا سے محفوظ رہنےکے لیے عاقل تو ان علوم کی حاجت ہوتی ہے اس لیے کہ یہ علوم اگر کسی شخص کا ملکہء راسخہ بن جائیں تو وہ (لسانی) خطا سے محفوظ رہتا۔صحابہ کرامؓ بغیر تعلیم وتعلم کے مرحلہ سے گزرے اصولِ فقہ کو ہم سے کہیں زیادہ جانتے تھے۔ہم میں سے کوئی فرد زیادہ سے زیادہ جس علم کو جان سکتا ہے وہ صحابہ کرامؓ کے علم کو کچھ حصہ ہی ہوگا۔اور ہوگا بھی خطاوصواب کا مجموعہ۔

دوسری شے یہ ہے کہ قواعد شریعت کا وسیع علم ہوتا کہ دلیل کے حق وناحق ہونے کا ادراک کر سکے تیسری چیز یہ ہے مقاصد شریعت کی ممارست وتتبع سے اس کے اندر ایسی قوت فہم پیدا ہو جائے کہ وہ شارع کی مرادات کو سمجھ سکے اور کسی مسئلہ کے پیش آ ے پر وہ جان لے کہ کونسا حکم شریعت اس موقع سے مناسبت رکھتا ہے اور وہ اس کے ذریعے پیش آمدہ مسئلہ کی توضیح کر سکے۔جب کوئی شخص اس مقام کو پالیتا ہے اور ان تین چیزوں سے بہرہ مند ہوتا ہے تو وہ اجتہاد میں کاملین کے مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے۔اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ لوگوں میں ان تین چیزوں کے اعتبار سے سب سے کامل لوگ ہیں۔سب سے پہلی چیز ان کی فطرت وطبیعت تھی۔دوسری اور تیسری چیز انہیں وحی کے نزول کے مشاہدے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واحوال کی معرفت سے حاصل تھی۔اس معاملے میں ان کے بعد آنے والوں کو ان کے مقابلے میں ذرہ برابر بھی مساوات حاصل نہیں۔''

علامہ شہاب الدین قرافی نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اصول فقہ کا لغت عربی کے ساتھ گہرا ربط ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''فان الشريعة المعظمة المحمدية زاد الله تعالى منارها شرفا و علوا اشتملت على اصول وفروع و اصولها قسمان احدهما المسمى باصول الفقه وهو فى غالب امره ليس فيه الا قواعد الاحكام الناشئه عن الالفاظ العربية خاصة وما يعرض لتلك الالفاظ من النسخ والترجيح و نحو الامر للوجوب والنهى للتحريم والصيغة الخاصة للعموم و نحو ذلك وما خرج عن هذا النمط الا

کـون الـقيـاس حـجة و خبر الواحد وصفات المجتهدين والقسم الثانی قواعد كلية فقهية جليلة كثيرة العدد عظيمة المدد." (۱۰)

''شریعتِ محمدیہ (اللہ اس کا شرف اور مرتبہ بلند کرے) اصول وفرع کا مجموعہ ہے اس کے اصول دو قسم کے ہیں ایک جن کا (اصطلاحی) نام اصول فقہ ہے جس کا غالب حصہ احکام کے ان قواعد پر مشتمل ہے جو خاص عربی الفاظ اور الفاظ کے بارے نسخ وترجیح کے اعتبار سے جو کچھ پیش آتا ہے، اس سے متعلق ہیں۔ مثلاً امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، نہی تحریم کی موجب ہے، کبھی صیغہ خاص بھی عموم کے لیے ہوتا ہے وغیرھم۔ الفاظ سے متعلق ان قواعد کے علاوہ قیاس اور خبر واحد کی حجیت اور مجتہدین کی صفات کے قواعد ہیں جو اس قبیل سے نہیں ہیں ۔ دوسری قسم وہ ہے جنہیں قواعد کلیہ فقہیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جن کی تعداد کی کثرت اور عمل اجتہاد میں اعانت جلیل القدر ہے ۔

دوسرا اہم اور قوی سبب جو اصول تفسیر کی تدوین کا باعث بنا یہ تھا کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ صحابہ کرامؓ کا وہ مقدس طبقہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا اور تابعین کرام کا وہ خوش قسمت گروہ جس کو براہ راست صحابہ کرامؓ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا اس دنیا فانی سے رخصت ہوتا جارہا تھا۔ اور ان لوگوں کی اکثریت ہوتی جارہی تھی جو دور رسالت سے بعد کی وجہ سے نزول قرآن کے وقت اہل عرب کے عادات وخصائل، مذاہب ومسالک، رسوم ورواج اور ان کی معاشرت وثقاوفت سے ناواقف تھے اور قرآن کریم کے اسلوب، اسباب النزول اور عربی محاورات واضرب الامثال سے ناآشنا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی سیرتوں کے عینی شاہد نہیں تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ زبان کے فطری ملکہ سے عاری تھے۔ صحابہ کرامؓ وتابعین عظام قرآن کریم کے وہ مطالب ومعانی جو دور رسالت کے قرب اور فطری ملکہ لسان کی وجہ سے آسانی سے سمجھ لیتے تھے بعد والوں کے لیے مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر یہ آسانیاں اس طرح باقی نہیں رہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو تفسیر قرآن کی احتیاج بھی زیادہ ہوئی۔ ان کی یہی احتیاج تفسیر اور قرآنی مطالب ومعانی کی تشریح وتبیین کی وسعت کا باعث بنی اور پھر تفسیر کی یہی وسعت تفسیر کے اصول وقواعد کو باقاعدہ مدون ومرتب کرنے کا اہم محرک ثابت ہوئی۔

فتوحات کی کثرت، مختلف اقوام کا باہمی اختلاط وارتباط، نئے شہروں کی تعمیر اور تمدن کی وسعت سے آئے دن نئے نئے مسائل پیش آرہے تھے جن کے حل کے لیے قرآن وسنت کی طرف سے رجوع اور ان

بنیادی ماخذ شریعت سے اخذ و استنباط ناگزیر تھا اگرچہ عہد صحابہ کرامؓ و تابعین یں بھی قرآن و سنت سے استنباط واستخراج کیا جاتا تھا لیکن ایک توان حضرات کے زمانہ میں مسائل کی کثرت اور پیچیدگی کا یہ عالم نہیں تھا جو بعد میں پیش آیا اور دوسرا وہ حضرات قرآن وسنت سے استنباط واستخراج کرتے ہوئے اپنے فطری ملکہ اور قدرتی سلیقہ سے زیادہ کام لیتے تھے جو خالص عربی ماحول میں نشو ونما، دور رسالت سے قرب اور نبوی صحبت کی وجہ سے ان کو حاصل تھا۔لہذا وہ حضرات باقاعدہ مدون ومرتب قواعد وضوابط کے محتاج نہیں تھے۔اب جب کہ مسائل کی کثرت اور تمدن کی پیچیدگی ان کے مبارک زمانہ سے کہیں زیادہ ہوگئی تھی اور فطری ملکہ خلل پذیر ہو چکا تھا اور عہد رسالت سے بعد آئے دن بڑھتا جارہا تھا۔اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی کہ ایسے اصول و قواعد باقاعدہ مدون ومرتب کردیئے جائیں جن کی روشنی میں قرآن وسنت سے مسائل کا استنباط واستخراج کیا جاسکے اور غلطی اور خطا سے محفوظ رہا جاسکے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کے اصول وقواعد سب سے پہلے انہی لوگوں نے مرتب ومدون کیے جو استنباط واستخراج کا ملکہ رکھتے تھے اس لیے کہ سب سے زیادہ انہی اصول و قواعد کی ضرورت پیش آتی تھی جن سے نئے مسائل کا حل قرآن اور پھر سنت سے معلوم کیا جاسکے۔

دوسری صدی ہجری میں اسلامی سلطنت کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ اس وقت دو براعظم، ایشیا اور افریقہ اور براعظم یورپ کا ایک حصہ سپین اسلام ہی کی نگرانی اور تولیت میں تھے۔روئے زمین پر سب سے بڑی، وسیع اور طویل وعریض سلطنت اسلامی سلطنت ہی تھی جو اس وقت کی دنیا کے متمدن ترین ممالک پر مشتمل تھی۔معاشرت وسیاست، تجارت ومعیشت اور ثقافت وتمدن کے نئے حالات ومسائل سے مسلمان علماء و فقہاء کو سامنا تھا۔نئی نئی ضروریات تھیں جو مسلمان فقہاء ومجتہدین کی قوت فیصلہ اور اسلامی احکام کی منتظر تھیں ان میں سے کسی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی سرسری طور پر اس سے گزرا جاسکتا تھا ان حالات میں مسلمان فقہاء ومجتہدین نے قرآن اور سنت کی نصوص پر گہرا غور وفکر کرکے استنباط واستخراج کے ذریعہ فقہ اسلامی کی تدوین کا کام شروع کردیا تھا۔

استنباط واجتہاد اور تدوین فقہ کے اس عظیم کام کے دوران مجتہدین وفقہاء ان قواعد واصول کو پیش نظر رکھتے جو قرآن وسنت کی نصوص میں گہرا غور وفکر، عربی لغت کے قواعد پر مکمل عبور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مفصل مطالعہ اور صحابہ وتابعین کے طرز عمل اور ان کے حالات سے مکمل آگاہی سے اخذ کیے تھے۔ان اصول وقواعد پر تدوین فقہ اور استنباط واستخراج کے دوران بحث اور نقد ونظر بھی ہوتی تھی اسی طرح تدوین فقہ کے پہلو بہ پہلو اصول فقہ کی تنقیح اور پھر ترتیب وتدوین کا کام بھی شروع ہوگیا تھا اور انہی اصول فقہ

کا بہت بڑا حصہ تفسیر قرآن کے اصول وقواعد پر مشتمل تھا۔

فتوحات کی کثرت اور بلاد مفتوحہ کے باشندوں کا حلقہ بگوش اسلام ہونا، مختلف اقوام وملل کا باہمی اختلاط وارتباط جہاں بے شمار تمدنی اور علمی مسائل اپنے جلو میں لے کر ظاہر ہوا وہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ اقوام رومی، ایرانی، قبطی وغیرہ جن کے مذاہب واعتقادات قبول سلام سے قبل مختلف تھے اور جن افکار واعتقادات اور عادات ورسومات میں ان کی نشونما ہوئی۔ اسلام قبول کر لینے کے فوراً بعد ان کے قلوب واذہان سے محو نہیں ہو گئی تھیں جب کہ ابھی مفتوحہ ممالک کی ایک بڑی تعداد اپنے قدیم مذاہب ومسالک پر قائم بھی تھی۔

قرآن کریم جو اہل عرب کے محاورہ اور زبان میں نازل ہوا اور نزول قرآن کے وقت کے اہل عرب کو اس کی زبان اور اسلوب سمجھنے میں کوئی دقت نہیں پیش آتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ وتابعین کے دور میں وہ کلامی اور فکری مباحث نہیں ملتیں جنہوں نے بعد میں جنم لیا۔ بعد کے یہ نومسلم جو عربی محاورہ زبان اور قرآن کے اسلوب اور طرز ادا سے بھی ناواقف تھے اور پھر ماضی کے مختلف مذاہب ومسالک اور افکار واعتقادات سے تعلق رکھتے تھے جب قرآن اور پھر حدیث نبوی کا مطالعہ کرتے تو ما محالہ مختلف وجوہ اور معانی کا احتمال رکھنے والے الفاظ اور آیات سے وہ معانی اخذ کرنے کی کوشش کرتے جن کی طرف ان کا فطری میلان ہوتا تھا اس طرح عقائد وافکار کے اختلاف کا آغاز ہوا جس نے آہستہ آہستہ مستقل فرق کی صورت اختیار کر لی اور پھر باہمی ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق شروع کر دی اور ہر فرقہ اپنے عقیدہ، مذہب یا قرآن کی اپنی تعبیر وتوجیہہ کو صواب قرار دیا اور جہاں ایک طرف اپنی تعبیر وتوجیہ اور اپنے عقیدہ اور مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لیے غلط اور فاسد تاویل کا سہارا لیا وہاں دوسری طرف احادیث وروایات کے وضع اور ان کے پھیلانے کا کاروبار گرم کیا۔

ان حالات میں جہاں ایک طرف محدثین عظام نے حدیث وسنت کی حفاظت وصیانت کے لیے تدوین احادیث اور نقد حدیث کا اہتمام فرمایا تاکہ جعلی اور موضوع روایات کو صحیح ذخیرہ احادیث سے الگ کیا جا سکے اور اصول ونقد حدیث کی روشنی میں صحیح وموضوع کو پرکھ کر علیحدہ کیا جا سکے وہاں دوسری طرف اس بات کی بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ نصوص کی تعبیر وتوجیہہ کے وہ صحیح اصول وقواعد مرتب کیے جائیں کہ جن کی موجودگی میں غلط اور فاسد تاویل کی روک تھام کی جا سکے اس طرح گویا فکری واعتقادی مباحث کا اختلاف اور مختلف فرق کا ظہور بھی اصول تفسیر کی تدوین کا اہم محرک ثابت ہوا۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ۵۳۸/۲
۲۔ ذھبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، داراحیاالتراث العربی، بیروت، س۔ن، ۱۴۱/۱، ۱۴۲
۳۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۳۶۰
۴۔ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان، الفکر الاصولی، دارالشروق، جدہ، طبع دوم ۱۹۸۴ء، ص ۳۵
۵۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۳۷۰
۶۔ ایضا
۷۔ نظام الحکومۃ النبویہ، ۲۷۳/۲
۸۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۷۰
۹۔ نظام الحکومۃ النبویہ، ۳۶۳/۲-۳۶۶
۱۰۔ الفروق، ۲/۱